ماحولیاتی تحفظ کے شعور کو فروغ دینا

مقررین: امبرینہ احمد۔ عارف حسن



اربن ریسورس سینٹر

نومبر 2026ء

URC

F-144-71

ٹرانسکرپشن:

کشف ناصر

ادارت:

بلقیس، سیما لیاقت

عکاسی:

شکیل یونس

"ماحولیاتی تحفظ کے شعور کو فروغ دینا"

کے عنوان سے یہ فورم 5 اگست 2026ء کو یو آر سی میں منعقد ہوا۔

یو آر سی رابطے کے لئے:

فون نمبر: 021-34387692

ای میل: urckhi@yahoo.com

ویب سائٹ: www.urckarachi.org

ماحولیاتی تحفظ کے شعور کو فروغ دینا

مقررین:

امبرینہ احمد۔ ڈائریکٹر ٹیچرز ریسورس سینٹر

عارف حسن۔ چیئرمین یو آر سی

5 اگست 2026ء

اربن ریسورس سینٹر

A-2 دوسری منزل ویسٹ لینڈ ٹریڈ سینٹر، کمرشل ایریا،
شہید ملت روڈ، کراچی، پاکستان

021-34387692
urckhi@yahoo.com
www.urckarachi.org
fb.com/urckhi
@urckhi

مقررین کا تعارف

امبرینہ احمد۔ڈائریکٹر،ٹیچرز ریسورس سینٹر (TRC):

امبرینہ احمد پاکستان کے شعبۂ تعلیم میں 25 سال سے زائد تجربے کی حامل ایک ممتاز تعلیمی اور سماجی رہنما ہیں۔انہوں نے سرکاری اور نجی دونوں شعبوں میں کام کیا ہے۔بطور ڈائریکٹر، ٹیچرز ریسورس سینٹر، وہ ادارے کی ترقی اور تعلیمی اصلاحات کے لیے اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔

ان کے کام میں ابتدائی بچپن کی تعلیم، موسمیاتی تبدیلی اور اساتذہ کی تربیت کے پروگراموں کی تیاری اور نفاذ شامل ہیں۔ انہوں نے پاکستان کا پہلا ابتدائی نصاب برائے موسمیاتی تبدیلی کی تعلیم تیار کرنے، پسماندہ علاقوں میں نوجوانوں کی قیادت کو فروغ دینے اور اساتذہ کے لیے بین الاقوامی اسناد کے حصول میں معاونت فراہم کرنے کے لیے کام کیا ہے۔



ان کا پیشہ ورانہ سفر ٹیچرز ریسورس سینٹر اور سندھ ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے وابستہ رہا

ہے۔ وہ تعلیم تک مساوی رسائی، شمولیت، جدید حکمتِ عملی اور ادارہ جاتی بہتری کی حامی ہیں۔ انہوں نے ضرورت مند اساتذہ کے لیے وظائف کے انتظام، موسمیاتی تبدیلی، شہریت اور تعلیمی اصلاحات سے متعلق علاقائی مکالموں کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

امبرینہ احمد قومی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف فورمز سے خطاب کر چکی ہیں اور سرکاری، نجی اور عطیہ دہندگان کے اداروں کے ساتھ مل کر تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے کام کرتی رہی ہیں۔ انہوں نے ایم بی اے کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے اور 2015 میں انہیں پونڈز کی 100 معجزاتی خواتین کی فہرست میں شامل کیا گیا تھا۔

☆----------☆----------☆

عارف حسن:

عارف حسن پاکستان کے ممتاز ماہرِ تعمیرات، شہری منصوبہ ساز، محقق اور مصنف ہیں۔ انہوں نے اپنی پیشہ ورانہ زندگی کراچی اور پاکستان کے شہری مسائل، کم آمدنی والے طبقات کی رہائش، کچی آبادیوں کی ترقی اور شہری منصوبہ بندی کے سماجی پہلوؤں پر تحقیق اور عملی کام کے لیے وقف کی ہے۔



وہ اربن ریسورس سینٹر (URC)، کراچی کے بانی اور چیئرپرسن ہیں اور شہری ترقی کے عمل میں مقامی آبادیوں کی شمولیت، عوامی ضروریات اور سماجی انصاف کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے حوالے سے پہچانے جاتے ہیں۔

ان کی تحقیق اور تحریری کام نے پاکستان میں شہری مسائل کو سمجھنے اور ان کے حل کے لیے کمیونٹی پر مبنی طریقۂ کار کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ شہری منصوبہ بندی اور سماجی ترقی کے میدان میں ان کی خدمات کو قومی اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے۔ انہیں ہلالِ امتیاز سمیت متعدد اعزازات سے نوازا جا چکا ہے۔

☆----------☆----------☆

زاہد فاروق: السلام علیکم! میں آپ تمام افراد کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ آج کے فورم کا موضوع ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات ہے۔ جو ہم اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں، سنتے ہیں بلکہ اس کا حصہ بھی بنتے ہیں۔ آج ہم بات کریں گے کہ ان مسائل کے حل اور آگاہی فراہم کرنے کیلئے اساتذہ کس طرح اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ جس کے لیے ہم نے اپنے معتبر ساتھی ادارے Teacher Resource Centre کو زحمت دی ہے۔ موضوع پر باقاعدہ گفتگو کا آغاز کرنے سے پہلے میں آپ کو ٹی آر سی کے حوالے سے بتانا چاہتا ہوں۔ ٹیچرز ریسورس سینٹر ایک فلاحی ادارہ ہے۔ جہاں اساتذہ کو تربیت فراہم کی جاتی ہے اور موجودہ دور کے ماحولیاتی مسائل سے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ طلبا تک اس معلومات کو منتقل کر سکیں۔ آج کے فورم میں ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ بحیثیت شہری ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات کم کرنے میں ہم کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اب میں ڈائریکٹر ٹیچرز ریسورس سینٹر محترمہ امبرینہ احمد صاحبہ کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور موضوع کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کریں۔

ڈاکٹر امبرینہ احمد: سب سے پہلے میں عارف حسن اور اربن ریسورس سینٹر کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں جنہوں نے ہمیں آج بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ماحولیاتی نظام اور اس سے جڑے مسائل پر بات کرنا بہت ضروری ہے۔ ٹیچرز ریسورس سینٹر (TRC) نے موسمیاتی تبدیلی کے تناظر میں تعلیمی نصاب بنا کر اس مسئلے کی شدت کو کم کرنے کیلئے ایک چھوٹی سی کاوش کی ہے۔ اس نصاب پر بہت محنت سے کام کیا گیا ہے۔ TRC

کو کام کرتے ہوئے اس سال 40 برس مکمل ہو جائیں گے ۔ یہ ایک چھوٹا سا ادارہ ہے مگر اس کے باوجود ہم پچھلے 40 سال سے تعلیم کے معیار کو بہتر کرنے کیلئے مسلسل کام کر رہے ہیں ۔ ہمارا ماننا ہے کہ پاکستان میں تعلیم کا نظام بہتر ہو سکتا ہے ۔ ہم بچپن کی ابتدائی تعلیم سے لے کر گریجویشن کی سطح تک بچے کے تعلیمی سفر میں جو بھی تجربات کرتے ہیں ان کو بہتر بنانے کیلئے کام کرتے ہیں ۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ صرف اور صرف اساتذہ کے ذریعے ممکن ہے کیونکہ اگر اساتذہ میں یہ شعور ہے کہ بچے کس طرح سیکھتے ہیں تو اکتساب کا عمل بہت آسان ہو جاتا ہے ۔ اساتذہ کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہر بچہ محض کورا کاغذ یا سلیٹ نہیں ہوتا جسے وہ اپنے انداز میں اپنے طریقے پر ڈھال سکیں بلکہ ہر بچہ مختلف شخصیت رکھتا ہے ۔ اساتذہ کو یہ بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کسی بھی گریڈ کا بچہ ہو اس کو کس طرح سے مشغول کیا جائے تاکہ وہ شوق کے ساتھ چیزوں کو سیکھے اور پڑھائی میں دلچسپی لے ۔ ہم 40 سال سے اسی نظریے کے تحت کام کر رہے ہیں ۔ ہماری زیادہ تر توجہ ابتدائی بچپن کی تعلیم پر ہے جسے کنڈر گارٹن، مونٹیسوری یا کچی کلاس کہا جاتا ہے ۔ کیونکہ بچے کی بنیاد ابتدائی کلاسوں میں بنتی ہے اور اگر اساتذہ کو یہ سمجھ آجائے کہ چھوٹے بچوں کو کس طرح سکھانا ہے تو بچے بہت بہتر طریقے سے چیزوں کو سمجھ پاتے ہیں ۔ سائنس کے مطابق آٹھ سال کی عمر تک بچے کا اعصابی نظام اور دماغی خلیے بہت تیزی سے بن رہے ہوتے ہیں ۔ تو اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے کہ بچوں کیلئے کس قسم کی ماحول سازی کی جائے کہ وہ تعلیم اور سیکھنے کے عمل میں دلچسپی لیں ۔ اس لیے ہم زیادہ تر ایسے اساتذہ کے ساتھ کام کرتے ہیں جو چھوٹے بچوں کو تربیت فراہم کرتے ہیں ۔

TRC ایک فلاحی ادارہ اور غیر منافع بخش تنظیم ہے۔ ہم بی ایڈ اور ایم ایڈ کی طرح اسناد فراہم نہیں کرتے بلکہ ٹریننگ میں حقیقی مسائل سامنے رکھ کر سمجھاتے ہیں جس کے ذریعے کوئی بھی شخص اپنے سیکھنے اور سکھانے کے عمل کو شروع کر سکتا ہے۔ پاکستان کے تعلیمی نظام میں بہت سے مسائل ہیں تعلیم کا ہر شعبے سے براہ راست تعلق ہے۔ ہر بچے کا دماغ تعلیم کے شعبے سے ہی بنتا ہے کیونکہ بچے ابتدائی تعلیم کے دور میں ہی مستقبل کے لیے فیصلے کرتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ آگے جا کر ان کو اپنی عملی زندگی میں کیا کام کرنا ہے۔ اس فیصلے میں اساتذہ کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کسی بھی بچے کے ابتدائی آٹھ سال نہایت اہم ہوتے ہیں ہم والدین اور حکومتی اداروں کے ساتھ مل کر لوگوں کو یہی بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ابتدائی عمر میں ہی بچے پر محنت کر جائیے۔ ہمارا کام پورے پاکستان میں پھیلا ہوا ہے وہ تمام لوگ جن کا تعلیم سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی تعلق ہے چاہے وہ پالیسی سازی میں ہو ضلعی سطح پر ہوں یا نجی سکول کے پرنسپل اور اساتذہ ہوں ہم سب کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ ان تمام باتوں میں ماحولیاتی تبدیلی کا کیا کام ہے۔

یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ TRC نے ملکی سطح پر دو نصاب تیار کیے ہیں۔ اٹھارہویں ترمیم سے پہلے وفاقی سطح پر تعلیم کے حوالے سے فیصلہ سازی کی جاتی تھی۔ مگر ترمیم کے بعد صوبوں کو اختیار دیا گیا کہ وہ وفاقی نصاب کی روشنی میں صوبائی سطح پر آزادانہ طور پر کتابوں کی اشاعت کروائیں اور امتحانات کا انعقاد کریں۔ 2002 میں ہم نے ابتدائی تعلیم جسے ٹیکنیکل زبان میں پری پرائمری سے گریڈ تھری تک تصور کیا جاتا

ہے اس میں بچوں کو کیا سکھانا ہے، اساتذہ کس طرح بچوں کو پڑھائیں، بچوں کو کیا کیا آنا چاہیے، ان کی سماجی مہارتیں کیا ہونی چاہیے، ذہنی نشوونما کس طرح ہونی چاہیے اس حوالے سے مکمل نصاب تشکیل دیا تھا اور وہ نصاب ابتدائی تعلیم کے حوالے سے پاکستان کا پہلا قومی نصاب ہے۔ اس سے قبل اس پر پالیسی سطح پر بات نہیں ہوتی تھی۔ تعلیم کا آغاز پرائمری کلاسوں سے ہوتا تھا۔ TRC کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے ابتدائی بچپن کی تعلیم کو نصاب کے تحت اداروں میں لانے کی کوشش کی۔

2024 میں ہم نے اس بات پر توجہ دی کہ پچھلی دو دہائیوں کے دوران ماحولیاتی مسائل میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ جو لوگ معاشی، سماجی یا جسمانی طور پر کمزور ہوتے ہیں وہ ماحولیاتی اثرات کا سب سے زیادہ شکار ہوتے ہیں کیونکہ وہ قوتِ مدافعت نہیں رکھتے۔ جن میں بزرگ شہری، بچے اور خواتین شامل ہیں جب بھی کوئی قدرتی آفت آتی ہے تو اس کا تعلیم پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ پاکستان ایسے ممالک کی فہرست میں شامل ہے جہاں سب سے زیادہ بچے اسکولوں سے باہر ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق 26 ملین سے زیادہ بچے اسکولوں سے باہر ہیں۔ ان میں وہ بچے شامل ہیں یا تو جن کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے مواقع نہیں ہے یا ان کے علاقے میں اسکول ہی موجود نہیں ہے جبکہ دیگر وجوہات کی بنیاد پر بھی وہ تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ حالانکہ یہ ہر بچے کا بنیادی اور آئینی حق ہے کہ وہ اسکول جائے اور تعلیم حاصل کرے۔ بعض اوقات جب کسی علاقے میں قدرتی آفت آتی ہے تو وہ بچے بھی متاثر ہوتے ہیں جو اسکول جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی اسکول کسی قدرتی آفت مثلاً سیلاب یا زلزلے کے نتیجے میں تباہ

ہو جاتا ہے تو وہاں پڑھنے والے تمام بچے متاثر ہوتے ہیں ۔ان بچوں کیلئے کوئی دوسرا اسکول بھی موجود نہیں ہوتا جہاں جا کر وہ تعلیم حاصل کر سکیں ۔اس وجہ سے جو بچے پہلے اسکول جاتے تھے وہ بھی اب اسکولوں سے باہر ہو جاتے ہیں ۔اور یہ تعداد مسلسل بڑھتی جاتی ہے ۔قدرتی آفات کے نتیجے میں نہ صرف طالب علم متاثر ہوتے ہیں بلکہ وہ اساتذہ بھی متاثر ہوتے ہیں جو ان اسکولوں میں پڑھاتے ہیں ۔جب بھی کسی علاقے میں سیلاب آتا ہے اور کوئی آبادی دربدر ہوتی ہے تو ان لوگوں کے لیے عارضی طور پر کیمپس تو لگا دیے جاتے ہیں لیکن چند عرصے بعد وہ لوگ کہاں جاتے ہیں کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔حکومتی ادارے اس طرف بالکل توجہ نہیں دیتے ۔

موسمیاتی تبدیلی پر بات کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ سرد گلیشیائی علاقوں کے درجہ حرارت میں ایک ڈگری کا فرق آیا ہے لیکن صرف ایک ڈگری کے معمولی سے فرق سے اتنی بڑی تباہی ہو رہی ہے ۔ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کے مختلف مما لک میں سیلاب کی صورتحال ہے ۔اسی بات کے پیشِ نظر TRC نے سوچا کہ بطور ماہر تعلیم ہم موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے کیا اقدام کر سکتے ہیں کیونکہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہر ایک کو متاثر کر رہا ہے ۔ہم سب جانتے ہیں کہ کراچی جیسے شہر میں جب بارش ہوتی ہے تو کیا ہوتا ہے ۔ یوں تو موسمیاتی تبدیلی ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے لیکن جب انسان نے قدرت سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تب سے پورا ایکو سسٹم متاثر ہوا ہے ۔جس کے نتیجے میں صرف ایک ڈگری درجہ حرارت کے فرق سے اتنی بڑی تباہی آرہی ہے ۔ پاکستان ان مما لک میں شامل ہے جن کا ماحولیاتی آلودگی میں بہت کم کردار ہے لیکن ہماری جغرافیائی حیثیت بھارت

اور چین کے درمیان ہے جہاں سے کاربن کا اخراج بہت زیادہ ہوتا ہے۔ان دونوں ممالک کے درمیان ہونے کے باعث ماحولیاتی تبدیلی ہمیں سب سے زیادہ اثر انداز کرتی ہے۔اسی وجہ سے گلیشیئرز بھی تیزی سے پگھل رہے ہیں جبکہ مختلف صوبوں میں جغرافیائی اعتبار سے اپنے اپنے مسائل ہیں۔پاکستان کا تعلیمی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ اس لیے ہم نے سوچا کہ اس نظام کی بہتری کیلئے ہمیں کچھ کرنا چاہیے۔پاکستان میں ماہر تعلیم کی تعداد کم نہیں۔ایک سے بڑھ کر ایک شخصیات موجود ہیں جنہوں نے اپنے اپنے شعبہ میں کچھ کر دکھایا ہے۔ہماری بھی یہی تلاش رہی ہے۔یہ ہمارے لیے ایک موقع تھا کہ ہم اپنے تعلیمی نظام کیلئے کوئی حل تلاش کریں۔18ویں ترمیم کے بعد نصاب کی تیاری کا اختیار صوبائی حکومتوں کے پاس آگیا۔TRC نے ایک ڈرافٹ بنایا اور تمام صوبوں کے حوالے کر دیا۔ہم اس بات کی اہمیت کو سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم حکومت کو ساتھ لے کر نہیں چلیں گے تب تک ہم بہتر طریقے سے کام نہیں کر سکتے کیونکہ ہم ایک ٹیکنیکل سپورٹ ایجنسی ہیں۔ہمارے پاس وسائل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ہم ایک ماڈل یا پائلٹ منصوبہ بنا سکتے ہیں، فائدے اور نقصانات بتا سکتے ہیں۔ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ اس منصوبے کو کس طرح سے بڑے پیمانے پر لے جایا جا سکتا ہے لیکن اس کو وسیع پیمانے پر پھیلانا حکومتی اداروں کا ہی کام ہے کیونکہ کے ان کے پاس وسائل موجود ہوتے ہیں۔اس لیے ہم نے تعلیم کے حوالے سے فیصلہ سازی کرنے والے تمام حکومتی ادارے کو اپنے ساتھ شامل کیا۔ہر صوبے میں ایک محکمہ اور ایک وزارت تعلیم ہوتی ہے۔جس کے متعدد شعبے ہوتے ہیں۔شعبہ تعلیم، نصاب ونگ، تحقیق ونگ، ٹیچر ز ٹریننگ

ونگ، مضمون سلیکشن ونگ، درسی کتب ٹیکسٹ ونگ، امتحانی پالیسی ونگ اور دیگر شعبے شامل ہیں۔ ہم نے ان تمام کو اپنے ساتھ شامل کیا اور کام کیا۔ ہمارے نصاب کو 300 سے زائد حکومتی اراکین نے دیکھا اور اس پر مہر ثبت کی اور ساتھ ہی نصاب کے حوالے سے اپنی رائے بھی دی۔ یہ ایک بہت جامع دستاویز ہے۔ یہ نصاب ہم نے مصنوعی ذہانت کی مدد سے نہیں بنایا کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام کرنا بہت آسان ہے۔ لیکن ہم نے یہ کام بہت محنت اور اسٹیک ہولڈرز کو شامل کر کے بنایا ہے۔ اساتذہ، پالیسی ساز ادارے ان تمام کو ہم نے اس نصاب کی تیاری میں شامل کیا ہے۔ جب بھی آپ کوئی نئی چیز، نیا کچھ کرنے جاتے ہیں تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی بڑا مرکزی خیال ضرور ہوتا ہے۔ اس کام کو کرنے کے پیچھے یہ خیال تھا کہ ہم لوگوں اور بچوں میں یہ احساس ذمہ داری پیدا کر سکیں جس کے ذریعے ہم اپنے ماحول کے لیے کچھ کر سکیں اور اسے نقصان نہ پہنچائیں۔ کیونکہ ہم اپنے ماحول کے محافظ خود ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ماحول کو صاف رکھنے کی ہم سب کی انفرادی ذمہ داری ہے۔ یہ 10 سالہ نصاب گریڈ ون سے دسویں جماعت تک کے بچوں کیلئے ہیں لیکن ہم نے یونیورسٹی کے طلبہ کے ساتھ بھی موسمیاتی تبدیلی کے خلاف عملی اقدامات کے حوالے سے بات کی ہے۔ ہم ہر صوبے میں گئے اور وہاں جا کر الگ الگ لوگوں سے بات کی کیونکہ ہر صوبے کے مسائل بہت مختلف ہیں۔ مثال کے طور پر بلوچستان کے مسائل گلگت بلتستان سے بالکل مختلف ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے اور ہمارے نوجوانوں میں پاکستان کے مختلف مسائل کے حوالے سے شعور اور آگاہی ہو۔ جب بھی آپ کسی مسئلے کو حل کرنے چاہتے ہیں تو سب سے پہلے لوگوں کو تعلیم اور

آگاہی دینا لازمی ہوتی ہے۔ ہمارا خیال یہی ہے کہ جب ہم بچپن سے ہی بچوں کی روزانہ کی تعلیم میں یہ بات شامل کر دیں کہ ان کو لگے کہ ہمیں یہ کام لازمی کرنا ہی ہے اور یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ اس کام کو ممکن بنانے کیلئے ہم نے اپنی تمام تر توجہ اساتذہ پر مرکوز کر دی کیونکہ TRC کو لگتا ہے کہ اساتذہ بچوں کیلئے رول ماڈل ہوتے ہیں۔ اگر اساتذہ اپنے طریقہ کار اور سکھانے کے عمل کو تھوڑا تبدیل کر لیں تو یہ کام بہت آسان ہو جائے گا۔ بطورِ استاد ہمارا یہ ماننا ہے کہ مسائل کو حل کرنے کیلئے تعلیم واحد دیرپا حل ہے۔ اس لیے ہم نے اپنے دائرے میں رہتے ہوئے اپنا حصہ ڈال دیا۔

بنیادی طور پر ہم نے پانچ موضوعات کا انتخاب کیا اور اس کے مطابق ہم نے اپنا نصاب تیار کیا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ بچوں کو سب سے پہلے یہ شعور آئے کہ ماحولیاتی تبدیلی کیا ہوتی ہے، یہ کس طرح ہم پر اثر انداز ہوتی ہے اور ہم اس حوالے سے کیا کام کر سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ انفرادی سطح پر کیا جانے والا کام بھی معاشرے یا ملکی سطح پر بہت زیادہ اثر انداز ہو سکتا ہے۔ کسی بھی ملک یا معاشرے کے بچوں کا تبدیلی لانے میں بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ اگر بچے اپنی کلاس میں کوئی اچھی بات سنیں گے تو اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ گھر جا کر اپنی کمیونٹی میں بھی بات کریں گے اور اسی طرح تبدیلی آئے گی۔ مثال کے طور پر اگر کوئی بچہ کریانہ اسٹور پر جا کر کہے کہ میں پلاسٹک بیگ میں چیز نہیں لوں گا اور کپڑے کا سلا ہوا تھیلا لے کر آیا ہوں تو یہ ایک ماحول دوست قدم ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے والد ٹوکری لے کر سودا لینے جایا کرتے تھے۔ ہم اس طرح کے اقدامات دوبارہ شروع کر سکتے ہیں۔ جب

TRC نے اس نصاب کا افتتاح کیا تھا تو میں نے سماجی رابط کی ویب سائٹ لنکڈ ان پر ایک پوسٹ ڈالی تھی جس پر تعلیم کے شعبے سے وابستہ ایک مشہور شخصیت نے کمنٹ کیا کہ میں امید کرتی ہوں کہ یہ نصاب درخت لگانے اور پلاسٹک کے استعمال کے خاتمے سے زیادہ بات کرے گا۔ جس پر میں نے جواب دیا کہ اگر ہم یہ دو کام بھی کرلیں تو بہت سے مسئلے خود ہی حل ہو جائیں گے کیونکہ ایک درخت دو سے تین ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ کراچی کے ماحول میں نیم کا درخت با آسانی لگایا جا سکتا ہے کیونکہ نیم کے درخت خود ہی بڑے ہو جاتے ہیں اور بہت سایہ دار ہوتے ہیں۔ کراچی کے چند علاقے بہت سرسبز ہیں اور وہاں خوب ہریالی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ باقی علاقوں میں کیوں کام نہیں کیا جاتا۔ میں چاہتی ہوں کہ اس حوالے سے عارف صاحب اپنی رائے دیں۔ بطور شہری ہم اپنے ماحول کی حفاظت کے لیے بہت کام کر سکتے ہیں اور اس مزید نقصان ہونے سے روک سکتے ہیں۔

پاکستان ان دس ممالک کی فہرست میں شامل ہے جو موسمیاتی تبدیلی کے باعث بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ عالمی ادارے جرمن واچ کی رینکنگ کے مطابق پاکستان 2025 میں موسمیاتی تبدیلی سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ اس موسمیاتی تبدیلی کے نتیجے میں پوری پوری بستیاں تباہ ہوگئیں۔ سیلاب کے باعث لوگوں کا بہت نقصان ہوا۔ لوگوں کے گھر، جانور، زمین، فصلیں سب پانی کی نذر ہوگئیں جس کی وجہ سے لوگوں کو نفسیاتی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ موسمیاتی تبدیلی کا تعلیم کے ساتھ ساتھ ان تمام اہم مسائل اور شعبوں سے بھی تعلق ہے کیونکہ یہ انسان کی زندگی کو متاثر کرتی ہے۔

ستمبر میں اس نصاب کو بنے ہوئے دو سال مکمل ہو جائیں گے۔ یہ 10 سالہ نصاب ہے جو اسکولوں کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ یہ ہر عام شہری تک پہنچے۔ اس امر کے لیے TRC اساتذہ کو ٹریننگ فراہم کرتا ہے تاکہ وہ بہتر طریقے سے کام کر سکیں کیونکہ جب اساتذہ بھی اس نصاب پر عمل کریں گے تو بچے بھی اساتذہ کی پیروی کریں گے۔ ہمارے ملک کا ہر بچہ مہنگے نجی اسکولوں میں تعلیم حاصل نہیں کر پاتا۔ ایسے اسکول جہاں ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت کا استعمال ہو رہا ہے کیوں کہ وہاں بہت زیادہ فیسیں ہوتی ہیں۔ زیادہ تر بچے کم فیسوں والے نجی اسکولوں یا پھر سرکاری اسکولوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان اسکولوں میں ایک استاد ایک کلاس میں 80 سے 100 بچوں کو پڑھاتا ہے جو کہ بہت مشکل کام ہے۔ سائنسی اعتبار سے 25 بچوں کے لیے دو اساتذہ کا کلاس میں موجود ہونا ضروری ہے۔ ایک ٹیچر صرف ایک کلاس کے بچوں کو نہیں پڑھاتی بلکہ چار پانچ کلاسوں کے بچوں کو پڑھاتی ہے یعنی ایک استاد ایک دن میں تین سو سے چار سو بچوں کو روزانہ پڑھاتی ہے۔ ان میں مختلف کلاسیں اور عمر کے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اساتذہ کو تربیت فراہم کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ بہت زیادہ بچوں کو متاثر کر سکتی ہیں۔ اس لیے ہم نے درسی منصوبہ بندی کی ہے تاکہ اساتذہ اس نصاب کے تحت بچوں کو آگاہی اور تعلیم ایک ہی وقت میں فراہم کر سکیں۔ ہم نے ڈیڑھ سو کے قریب درسی منصوبے تیار کیے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ بچوں کو یہ آگاہی اور شعور فراہم کیا جائے کہ انفرادی طور پر یا بطور کلاس، بطور اسکول، بطور بستی، بطور محلہ، بطور معاشرہ ہم ماحولیاتی مسائل کو حل کرنے کے لیے کیا کام کر سکتے ہیں۔ اکثر ہم سے سوال کیا جاتا ہے

کہ کیا ماحولیاتی تبدیلی الگ سے کوئی مضمون پڑھایا جائے گا؟ تو اس کا جواب ہے نہیں! یہ ایک ایسا موضوع ہے جو ہر مضمون کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر سائنس، معاشرتی علوم، اسلامیات، سندھی، اردو، انگریزی، کیمسٹری، بائیولوجی، فزکس، کمپیوٹر ہر مضمون کے ساتھ اس موضوع کو پڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اساتذہ کے مسائل سے بھی آگاہ ہیں کہ ایک بڑے اسکول کی ٹیچر اور ایک چھوٹے سے اسکول کی ٹیچر کے کیا مسائل ہیں کیوں کہ ہم 40 سال سے ہر طرح کے اساتذہ کے ساتھ کام کرتے آئے ہیں۔ ہم نے اساتذہ کی آسانی کے لیے کتابی شکل میں ایک ٹول کٹ بنادی ہے۔ یہ کتاب انگریزی میں ہے لیکن اس کا اردو اور سندھی میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے اور ہماری کوشش ہے کہ ہم دیگر زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ کروائیں۔ اس کے لیے ہم مختلف اداروں کے ساتھ شراکت داری کے لیے بھی تیار ہیں۔ ہم نے پاکستان بھر کی مختلف جامعات میں جا کر اس نصاب کی اہمیت کے حوالے سے سیمینارز اور ویبینارز کیے ہیں تاکہ وہ طالبعلم یا وہ لوگ جو زمینی سائنسز، ماحولیاتی تبدیلی یا ماحولیاتی سائنسز یا کوئی اور مضمون میں دلچسپی رکھتے ہیں تو وہ بھی اس نصاب سے استفادہ حاصل کرسکیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اگر اسکولوں کی سطح سے بچوں میں یہ شعور پروان چڑھ جائے تو جب وہ کالجز اور یونیورسٹیز یا اس سے بھی آگے تعلیم حاصل کرنے کے لیے جائیں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ وہ کون سے بنیادی عوامل ہیں جو ماحولیاتی تبدیلی کے مسائل کے حل کے لیے اٹھانے ہیں۔ اور وہ ماحول کے حوالے سے زیادہ حساس ہوجائیں گے۔

ہمارا اگلا قدم یہ ہوگا کہ ہم حکومت کے ساتھ باقاعدہ اس نصاب کو اسمبلی میں لے کر

جائیں گے اور اس حوالے سے بل پاس کروائیں گے۔ اس نصاب سے اساتذہ کی مشکلات میں اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ آسانی کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کلاس میں بچوں کو پانی کے حوالے سے پڑھایا جا رہا ہے کیونکہ وہ نصاب کا حصہ ہے تو وہ ٹیچر ہمارا تیار کردہ سبق پڑھائے۔ بات وہی ہوگی لیکن بالکل مختلف نظریے سے اسے پیش کیا جائے گا۔ میں ایک بار پھر عارف حسن صاحب اور یو آر سی کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے ہمیں یہاں آ کر بات کرنے کا موقع دیا۔ بہت شکریہ۔

زاہد فاروق: بہت شکریہ امبرینہ احمد صاحبہ۔ آپ نے ہمیں ماحولیاتی مسائل اور اس میں اساتذہ، طالبعلم، والدین اور سول سوسائٹی کے کردار کے حوالے سے معلومات فراہم کی۔ ہماری نیک خواہشات آپ کی اور آپ کی ٹیم کے ساتھ ہیں۔ اب میں محترم جناب عارف حسن صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ موضوع کے حوالے سے گفتگو کریں اور ہمیں بتائیں کہ وہ کیا مسائل ہیں جو موسمیاتی تبدیلی کا باعث بنتے ہیں اور اس سے لوگ کس طرح متاثر ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کراچی میں ہم پچھلے دو ماہ سے بارش کا انتظار کر رہے ہیں لیکن کراچی میں بارش نہیں ہو رہی تو اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ کوئی بیماری ہے یا موسمیاتی تبدیلی؟

عارف حسن: اس گفتگو کے بعد میرے پاس زیادہ کچھ کہنے کو نہیں ہے کیونکہ امبرینہ نے بہت تفصیل اور جامع طریقے سے تمام مسائل کا ذکر کر دیا ہے۔ میں آپ کو اور آپ کی ٹیم کو بہت مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے اس اہم مسئلے کو اجاگر کیا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے کو اجاگر کرنے پر جو رکاوٹیں آپ کے سامنے آئی ہیں یا آئیں گی

ان کا ذکر کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ میرے نزدیک جو سب سے بڑی رکاوٹ آپ کے سامنے آئے گی وہ موجودہ تعلیمی نظام ہے۔ اس تعلیمی نظام کو درست کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ روایتی تعلیمی اداروں کی جو خصوصیات ہیں اس نظام کو اس سے نکالنا بہت مشکل ہے۔ بہر حال آپ لوگوں نے ایک قدم اٹھایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بہت دلیری کا کام کیا ہے کیونکہ بعض اوقات اس حوالے سے بات کرنے پر بھی پریشانی ہو جاتی ہے۔ آپ نے ان بچوں کا بھی ذکر کیا جو اسکولوں سے باہر ہیں۔ آپ نے ان بچوں کا بھی ذکر کیا جو ماحولیاتی تبدیلیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ ان بچوں کے مستقبل کے لیے کوئی منصوبہ بندی کی ہی نہیں جاتی اور نہ ہی ہماری حکومت اس حوالے سے کوئی کام کرتی ہے۔ یوں تو یہ آپ کے ادارے کا کام نہیں کہ ان بچوں کے مستقبل کی منصوبہ بندی کریں لیکن آپ نے ایک اہم چیز پر ضرور کام کیا ہے کہ بچوں میں موسمیاتی تبدیلی اور اس کے اثرات کے حوالے سے شعور اور آگاہی دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

میں کہیں پڑھ رہا تھا کہ مون سون کی سمت میں جو تبدیلی آئی ہے اس کی بڑی وجہ تبت میں ایک ڈگری درجہ حرارت کا فرق ہے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ایک ڈگری درجہ حرارت کے فرق پڑنے سے یہ تمام تبدیلیاں آرہی ہیں کافی نہیں ہے بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ یہ ایک ڈگری درجہ حرارت کا فرق آیا ہی کیوں ہے؟ اسی طرح خلیج عمان میں ہوا کی سمت تبدیل ہوئی ہے۔ ہمیں اس تبدیلی کے اثرات تو بتا دیے جاتے ہیں لیکن اس تبدیلی کی وجہ نہیں بتائی جاتی۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جب ہم کیوں کے جواب

تلاش کریں گے تو طالب علموں کے ذہن زیادہ کھلیں گے اور انہیں دلچسپی ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ پھر وہ اس پر کام کریں گے۔

سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ موسمیاتی تبدیلی کہ یہ اثرات مستقل طور پر بڑھتے چلے جائیں گے اور اس کی وجہ سے لوگ دربدر ہوتے جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ جب یہ لوگ بے گھر ہو جائیں گے تو یہ لوگ کہاں جائیں گے کیونکہ آخر کار یہ لوگ بھی آبادی کا حصہ ہیں۔ 1920 سے لے کر یہ تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سوال پھر وہی ہے کہ آئندہ ہم ان کو کہاں بسائیں گے؟ ان لوگوں کو ملازمتیں کہاں سے دیں گے؟ جو لوگ کاشتکاری اور دیگر کام کرتے تھے وہ کام کون کرے گا؟ آئندہ یہ ملازمتیں رہیں گی بھی یا نہیں؟ یہ تمام بہت بڑے بڑے سوالات ہیں لیکن ان سوالوں کے جوابات تلاش کرنا آپ کا کام نہیں ہے۔ جو کام آپ کا ہے یعنی اساتذہ کو آگاہی دینا تاکہ وہ طالب علموں تک اس معلومات کو پہنچا سکیں تو وہ اپ بخوبی سرانجام دے رہی ہیں۔ جو باتیں میں نے اس وقت کی ہیں، اس کے لیے ادارے چاہئیں جو اس حوالے سے کام کریں۔ ماضی میں پاکستان میں ترجیحی بنیادوں پر سبز انقلاب کو وسعت دی گئی۔ ہر ضلع میں پرائمری سیکٹر بنایا گیا اور ملک میں کاشتکاری کا نظام بالکل بدل کر رکھ دیا گیا۔ ہمیں موجودہ مسائل کے حل کے لیے بھی وہی نظام چاہیے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اب اس کے لیے جدوجہد کون کرے گا اور کون اسے آگے لے کر چلے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے ادارے قائم کیے جائیں تاکہ وہ ان مسائل کی نشاندہی کر کے اس کو ختم کریں اور ختم نہ بھی کر سکیں تو کم از کم اس کو کم کرنے کی کوشش ضرور کریں۔ میرا اپنا خیال ہے کہ جو ادارے پہلے سے ہمارے

پاس موجود ہیں یا وہ گروہ جو اس حوالے سے کام کرنا چاہتے ہیں ان کو ہم سب لوگ مل کر سہارا دیں۔ بطور پاکستانی شہری ہمیں اس حوالے سے مسلسل گفتگو کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تبدیلی بات کرنے سے ہی آتی ہے اور جب تک بات نہیں کریں گے تب تک تبدیلی نہیں آئے گی۔ جہاں تک TRC کے کام کی بات ہے تو آپ کا مضمون ایسا ہے کہ اس پر پابندی بھی لگ سکتی ہے کیونکہ یہ بہت خطرناک موضوع ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے یہ بیڑہ اٹھایا اور بہت ہمت کا کام کیا۔ بہت شکریہ۔

زاہد فاروق: بہت شکریہ عارف حسن صاحب آپ کا۔ آپ نے بہت اہم تجاویز دیں اور بتایا کہ اس کام کو کس طرح سے آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ اب میں آپ تمام افراد سے گزارش کرتا ہوں کہ فورم کے حوالے سے آپ لوگوں کے جو بھی سوال ہیں تو آپ لوگ ڈاکٹر امبرینہ اور عارف حسن صاحب سے پوچھ سکتے ہیں۔

فرید (ادارہ اثر): پچھلے دو سال کے دوران مجھے حکومت کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ میں نے خصوصی طور پر موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے تو کام نہیں کیا لیکن دیگر مسائل کے حوالے سے کام ضرور کیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ بچوں کے لیے نصاب تو بنا دیا جاتا ہے اساتذہ کو تربیت بھی دے دی جاتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ٹیچرز کو اپنا کورس بھی مکمل کروانا ہوتا ہے اور جب ان پر اضافی ذمہ داری عائد کی جاتی ہے تو وہ زیادہ دلچسپی نہیں لیتے اور روایتی طریقے سے ہی پڑھانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس میں سب سے اہم کردار حکومت کا ہے کیونکہ چیزیں ترتیب تو دے دی جاتی ہیں لیکن حکومت کوئی دلچسپی نہیں لیتی۔ آپ جب بھی حکومت سے سوال کریں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے

اس مہینے سے حکم جاری کر دیا ہے اور چیزوں کو نصاب میں شامل کر دیا ہے لیکن اس پر کوئی دیکھ بھال اور احتساب نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس پر عمل درامد کروایا جاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس حوالے سے براہ راست آپ کوئی کردار ادا نہیں کر سکتے لیکن ہم حکومت کو اس پر توجہ دلا سکتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ جو موجودہ مواد یا نصاب کی تیاری آپ نے کی ہے تو اس پر کس حد تک عمل درآمد ہوا ہے یا ہو سکتا ہے۔ اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے۔

امبرینہ احمد: فرید آپ کا بہت شکریہ کہ آج آپ اس فورم میں شامل ہوئے۔ آپ نے بہت اچھا سوال کیا اور میرے خیال میں یہ سوال بہت سے لوگوں کے ذہن میں ہوگا۔ آپ نے بالکل درست کہا کہ جتنے بھی ڈونر منصوبے بنائے جاتے ہیں وہ جلد ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ترقیاتی شعبے کا سب سے بڑا مسئلہ ہی یہ ہے کہ جب تک ہمیں ڈونرز سے رقم نہیں ملتی تب تک ہمارا کام نہیں ہوتا اور ہمارا کام بھی اسی وقت تک جاری رہتا ہے جب تک ہمیں یہ رقم ملتی رہے۔ لیکن یہ منصوبہ TRC کے نظریے کی بنیاد تھا اور ہم اس حوالے سے پچھلے چار سال سے کام کر رہے تھے۔ ہمیں اس پر کوئی فنڈ نہیں دے رہا تھا اس کے لیے ہم بڑے ڈونرز کے پاس گئے لیکن ہمیں فنڈز نہیں دیے گئے۔ فنڈ مانگنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ہمیں ملک میں سات جگہوں پر جا کر مشاورتی اجلاس کرنے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف جامعات کے اندر کانفرنسز کا انعقاد کرنا تھا۔ فنڈ مانگنے کی تیسری بڑی وجہ یہ تھی کہ ہمیں نصاب کی اعلیٰ معیار کی اشاعت وطباعت کرنی تھی۔ جو پرنٹنگ ہم نے کروائی ہے یہ بہت مہنگی ہوتی ہے۔ اس تمام کام کے لیے ہم بہت

لوگوں کے پاس گئے بالآخر ایک ڈونر کو ہمارا خیال اور منصوبہ سمجھ آیا اور انہوں نے ہمیں فنڈنگ دی۔ کیونکہ یہ ہمارے ادارہ کا ذاتی ایجنڈا تھا اور کسی ڈونر کی جانب سے پیش کردہ منصوبہ نہیں تھا اس لیے ہمارے پاس وقت کی کوئی قید نہیں تھی لیکن صرف رقم کی ضرورت تھی۔ جب ہمیں رقم مل گئی تو ہم نے اپنے اہداف حاصل کر لیے۔ لیکن یہ صرف شروعات تھی یہ سفر بہت لمبا اور مشکل ہے۔ تین صوبوں میں 75 سرکاری اسکولوں میں پائلٹ منصوبہ مکمل ہو چکا ہے۔ سرکاری اسکولوں میں اس نصاب کو نافذ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حکومت کو قائل کیا جائے کہ یہ منصوبہ لازمی کام کرے گا۔

میں نے پہلے بھی ذکر کیا کہ یہ الگ سے کوئی مضمون نہیں ہے اور ہم اساتذہ کے اوپر مزید کوئی بوجھ نہیں ڈال رہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو اسکول ٹیچر سائنس پڑھا رہی ہے وہ ہمارا تیار کردہ سبق بچوں کو پڑھائے جس کے ذریعے ماحولیاتی تبدیلی کا موضوع بھی بچوں کو پڑھایا جا سکے اور ہم نے حکومت کو یہ کر کے دکھایا۔ اس کے لیے ہم نے اساتذہ کو مکمل طور پر تربیت دی۔ ہر اسکول سے چار ٹیچرز کو یہ تربیت دی گئی، جس میں تین اساتذہ اور ایک ہیڈ ٹیچر شامل تھی۔ اس منصوبے میں ہیڈ ٹیچرز کی شمولیت بہت زیادہ ضروری تھی کیونکہ اگر وہ شامل نہ ہوں تو اسکول میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آسکتی۔ ہم نے تینوں صوبوں سے 25، 25 اسکولز کا انتخاب کیا اس کے علاوہ ہر صوبے میں 10 سے 12 یونیورسٹی طالب علموں کو بطور مینٹور تربیت دی تاکہ وہ ان سکولوں کے ساتھ مل کر اس منصوبے پر کام کر سکیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے لیے ان صوبوں میں بار بار جانا بہت مشکل اور مہنگا پڑ رہا تھا کیونکہ ہمارے پاس اتنے وسائل ہی نہیں تھے۔ اس مسئلے

کے حل کے لیے ہم نے مقامی لوگوں کو تیار کیا۔ ان طالب علموں نے سرکاری اسکولوں کے اساتذہ اور طالب علموں کے ساتھ مل کر کام کیا اور ہر اسکول نے کم از کم تین موسمیاتی تبدیلی کے خلاف مقامی سطح پر عملی اقدامات کے لیے منصوبے تشکیل دیے کیونکہ ہماری توجہ اس بات پر ہے کہ جو تمام چیزیں ہم بچوں کو سکھاتے ہیں اس پر کس طرح سے عمل درآمد کروایا جائے۔ اس امر کے لیے ہم نے تمام اسکولوں کو منصوبے بنانے کے لیے وہ تمام چیزیں کٹس کی صورت میں فراہم کیں جس کی انہیں ضرورت تھی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ اسکول وسائل کی کمی کا شکار ہیں۔ جن علاقوں میں اسٹریٹ تھیٹر بہت زیادہ مشہور ہے اور وہاں مقامی سطح پر پپیٹ شوز ہوتے ہیں ہم نے ان کو اپنے ساتھ شامل کیا تاکہ کمیونٹی کے اندر ان مسائل کے اوپر بات ہو۔ آپ اندازہ لگائیں کہ 75 اسکولوں میں سے ہر ایک اسکول نے تین تین منصوبے تیار کیے تو یہ 225 منصوبے بنتے ہیں۔ یہ ہمارے لیے ایک بڑی کامیابی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کام کو کرنے میں جتنے لوگ شامل تھے وہ اس کو مزید آگے بھی لے کر جائیں گے۔ اس حوالے سے ہم جو تربیت اساتذہ کو فراہم کر رہے ہیں اس میں نجی اور سرکاری دونوں شعبے سے تعلق رکھنے والے اساتذہ شامل ہیں۔ ہم نے سوچا ہے کہ ہم جلد ہی اس کے لیے ایک ڈپلومہ بھی متعارف کروائیں اور اساتذہ کو سرٹیفکیٹ بھی فراہم کریں۔

سید نور (طالب علم شعبہ عمرانیات، جامعہ کراچی): آپ نے بتایا کہ یہ نصاب الگ سے کوئی مضمون کی شکل میں نہیں ہے بلکہ پہلے سے موجود نصاب کو اس طرح سے پڑھایا جائے گا کہ اس موضوع کا احاطہ ہو جائے۔ کیونکہ ہر صوبے کا الگ نصاب موجود ہے اور

ہر پبلشر الگ طریقے سے کتابیں چھاپتا ہے تو کیا آپ کا تیار کردہ نصاب تمام صوبوں کے تعلیمی موضوعات کا احاطہ کر سکے گا؟

امبرینہ احمد: جب ہم اس نصاب کی تیاری کر رہے تھے تو ہم نے تمام نجی اور سرکاری پبلشرز کی کتابوں کا جائزہ لیا تھا۔ تربیت فراہم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ بچوں کو کتابوں میں کیا مواد پڑھایا جا رہا ہے۔ اس کیلئے ہماری ایک تیکنیکی ٹیم ہے جس کی سربراہ ہماری ساتھی تابندہ جبیں ہیں۔ انہوں نے تمام نصاب اور درسی کتب کا بہت تفصیلی اور جامع انداز میں جائزہ لیا تھا۔ نصاب کی تیاری کے وقت اس بات پر خصوصی توجہ دی گئی کہ یہ تمام چیزیں معیار کے مطابق ہوں۔ ممکنہ طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ کتاب میں موجود عنوان مختلف نام سے ہو لیکن مرکزی خیال وہی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم نے اسے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا مقصد ہے کہ جو نصاب بچوں کو روایتی طریقے سے پڑھایا جاتا ہے اسے تھوڑا مختلف انداز میں پڑھایا جائے۔ مثال کے طور پر اگر پانی کے مسئلے کی بات ہے تو بچوں کو حقائق پر مبنی معلومات تو دینی ہی چاہیے لیکن وہ سب کو معلوم ہوتی ہے اور ہر پبلشر اسے چھاپتا ہے لیکن ہماری تمام تر توجہ اس بات پر ہوتی ہے کہ اس میں دلچسپی کا ایسا عنصر شامل کیا جائے جس سے بچوں میں سوال کرنے کی صلاحیت بڑھے۔ جس طرح عارف صاحب نے بھی کہا کہ سوال کرنے اور تحقیق کرنے کی سوچ پروان چڑھے گی تو لوگوں میں بہت حد تک دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ ہم نے بھی اسی زاویے سے کام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس منصوبے کو دو سال مکمل ہو جائیں گے۔ اس حوالے سے ہم اب اس کی جائزہ رپورٹ بھی جلد پیش

کریں گے۔ اگر میں موسم اور ماحولیات کی بات کروں تو شاید وہ کبھی ٹھیک نہیں ہوسکتا لیکن ہم اس کو بہتر بنانے کے لیے کام ضرور کرسکتے ہیں اور یہ تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے منصوبے کے تحت جو بھی کام کیا اور ان 175 اسکولوں میں کام کر کے جو سیکھا ہم اس کے حوالے سے بھی جائزہ رپورٹ تیار کریں گے۔ اس کے لیے ہم ایک تقریب منعقد کریں گے اور ان لوگوں کو مدعو کریں گے جنہوں نے اس منصوبے میں حصہ لیا تاکہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں اور اس کے بعد ہم اس منصوبے کا سیکنڈ ایڈیشن متعارف کروائیں گے۔

تابندہ (ٹیچرز ریسورس سینٹر): ہمارے ملک میں نصاب تعلیمی پالیسی کے مطابق تیار کیا جاتا ہے جبکہ کتابیں صرف نصاب کا عکس ہوتی ہیں۔ ہم نے جتنے موضوعات تیار کیے ہیں وہ نصاب کو سامنے رکھ کر کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاب ہر سال تبدیل نہیں ہوتا اس میں کئی سالوں بعد تبدیلیاں لائی جاتی ہیں لیکن درسی کتب ہر سال تبدیل ہوتی ہیں اور ہر پبلشر اسے اپنے حساب سے ترتیب دیتا ہے۔ اسی لیے ایک موضوع کے اوپر مختلف کتابیں موجود ہوتی ہیں۔ میں آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں کہ ہمارا منصوبہ کتابوں سے مطابقت نہیں رکھتا بلکہ یہ قومی نصاب کے مطابق ہے۔

مہمان (ایسوسی ایٹ پروفیسر فارمیسی۔ ڈاؤ یونیورسٹی): کچھ عرصہ قبل HEC نے فارمیسی کا جو نصاب تیار کیا تھا اس کے جائزے کے لیے ایک ٹیم مرتب کی تھی کراچی سے میں اس ٹیم کا حصہ تھی۔ اس لیے میں اس بات کی اہمیت سمجھتی ہوں کہ نصاب تیار کرنے میں کتنی محنت لگتی ہے۔ جو نصاب آپ نے تیار کیا اس میں بھی بہت محنت کی گئی ہے اور

میں اس چیز کو بہت سراہتی ہوں۔آپ نے ایک بہت اچھے موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ نے اس نصاب کو اسکول کی سطح پر تیار کیا ہے جو کہ بلا شبہ ایک اچھی چیز ہے لیکن اگر آپ اسے یونیورسٹی کی سطح پر لے جائیں تو یہ کام اور اچھا ہو جائے گا کیونکہ یونیورسٹی میں ہم بچوں کو باقاعدہ طور پر پبلک ہیلتھ کے مضمون پڑھاتے ہیں۔ اس لیے میں سمجھتی ہوں کہ یونیورسٹی کے اساتذہ کو بھی یہ تربیت فراہم کی جانی چاہیے۔ اگر میں اپنی مثال دوں تو میں یونیورسٹی میں پڑھاتی ہوں جہاں 100 بچے صبح اور 100 بچے شام کو ہوتے ہیں۔اگر بطور استاد میں اپنے طالبعلموں کو رہنمائی فراہم کروں کہ آپ نے یہ کام کرنا ہے تو وہ بات کو ضرور سنیں گے کیونکہ طالبعلموں کیلئے ان کے استاد رول ماڈل ہوتے ہیں۔میں امید کرتی ہوں کہ آپ لوگ اپنے اس کام میں ضرور کامیاب ہوں گے لیکن آپ کو اسے باقاعدہ طور پر HEC کی سطح پر بھی لے کر جانا چاہیے تاکہ چیزیں مزید بہتر ہو سکیں۔

محسن: میں سمجھتا ہوں کہ ماحولیاتی تبدیلیاں اچانک نہیں ہوتیں۔اس کے پیچھے کچھ نہ کچھ محرکات ہوتے ہیں۔ماحولیاتی تبدیلی کے اثرات کو کم کرنے کے لیے ہر انسان اپنا کردار ادا کر سکتا ہے۔مثال کے طور پر جب درختوں کی کٹائی کرنے والوں کو روکا جاتا ہے تو وہ آگے سے کہتے ہیں کہ ہم اس کی جگہ دوسرا درخت لگائیں گے لیکن درخت کاٹنے والوں کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ جس طرح ایک انسان کو بڑا ہونے میں وقت لگتا ہے اسی طرح ایک درخت کو بڑھنے میں بھی وقت لگتا ہے۔لیکن المیہ یہ ہے کہ بڑے درختوں کو بہت تیزی سے کاٹا جا رہا ہے اور اس حوالے سے کوئی بات نہیں کرتا۔اگر میں کتابوں کی بات

کروں تو کتابیں چھاپنے کیلئے کاغذ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کاغذ بھی درختوں کو کاٹ بنایا جاتا ہے۔ ہم اپنے ارد گرد دیکھیں تو ہمیں مختلف طرح کا فرنیچر نظر آتا ہے وہ بھی لکڑی سے ہی بنایا جاتا ہے۔ اس لیے جب ہر شعبے میں لکڑی کی مانگ اتنی زیادہ ہوگی تو لازما درخت کاٹے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنی ڈیمانڈ کم کر دیں تو درخت کی کٹائی اور اس کی سپلائی خود بخود کم ہو جائے گی۔

اظہر جمیل (بانی ممبر: کنسرن سٹیزن الائنس): اپنے الائنس کے تحت ہم نے کراچی کا ایک منشور بنایا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ کراچی کی ملکیت کراچی والوں کو دی جائے۔ میں آپ لوگوں کو خوشخبری دینا چاہتا ہوں کہ بہت بحث ومباحثے کے بعد یہ حکومتی منشور تیار کیا گیا ہے۔ اس دستاویز کو ہم گوگل کے پلیٹ فارم پر لے کر جا رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم اس منشور کو مزید پھیلائیں اور جو اس سے ہم آہنگ ہیں وہ اس پر اپنا نام اور فون نمبر لکھ کر ہمیں ارسال کریں تا کہ آپ بھی اس منشور کے ممبر بن جائیں۔ ہماری کوشش ہے کہ کراچی کے وہ لوگ جو شہر کے مسائل حل کرنے کیلئے کام کر رہے ہیں ہم ان کو ایک پلیٹ فارم پر لے کر آئیں اور ایک تنظیم بنائیں تا کہ منظم طور پر شہر کی بہتری کے لیے کام ہو سکے۔ شکریہ۔

جاوید: آج کے اس فورم میں تعلیم کے حوالے سے بات کی جا رہی ہے اور خصوصی طور پر ان بچوں پر توجہ دی جا رہی ہے جو اسکولوں میں موجود ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو بچے اسکولوں سے باہر ہیں ہمیں ان کے حوالے سے بھی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

ارشد نوری: میں نے بہت عرصہ قبل ایک مقالہ لکھا تھا جس کا عنوان تھا "تبدیل یہ

نظام ہو کیسے؟" میں سمجھتا ہوں کہ یہ نظام صرف تعلیمی و تحریری اقوال اور پرتشدد سوچ سے تبدیل نہیں ہوگا۔ رب نے کرہ ارض پر دو طرح کے انسان بھیجے ہیں ایک وہ جن کا دل کمزور ہوتا ہے لیکن ان کی سوچ بہت تیز ہوتی ہے اس وجہ سے ان کی سوچ میں ٹھہراؤ نہیں ہوتا جبکہ کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جن کا حافظہ کمزور ہوتا ہے لیکن ان کی سوچ میں ٹھہراؤ ہوتا ہے اور ان کی سوچ بہت گہری ہوتی ہے اور ان کا تعلق تدبیر اور تکبیر سے ہوتا ہے۔ ایسے لوگ زیادہ تر سیاسی یا سماجی اسکالرز بنتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں صرف حافظے کا ٹیسٹ لیا جاتا ہے اور جن کا دماغ تیز ہوتا ہے ان لوگوں کو اہمیت دی جاتی ہے۔ دنیا میں جو ماحولیاتی تبدیلیاں آرہی ہیں یہ دراصل فطرت کے خلاف لڑنے سے آئی ہیں کیونکہ ہم قدرت سے لڑتے ہیں تو پھر قدرت ہمیں اپنا یہ روپ دکھاتی ہے۔ کسی بھی چیز کی ذخیرہ اندوزی جائز نہیں ہوتی لیکن ہم نے پانی جمع کرنے کے لیے مختلف پوائنٹس بنالیے زمین کے اندر پہلے پانی جذب ہو جاتا تھا لیکن اب ہم نے جگہ جگہ سڑکوں کو پکا کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے پانی زمین میں جذب نہیں ہو پاتا پانی کی سطح نیچے سے نیچے جاتی جارہی ہے اور یہ پانی زہریلا ہوتا جارہا ہے جبکہ گاؤں دیہاتوں میں تو اب پانی میسر ہی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے اب ہریالی بھی نہیں ہوتی اور جب ہریالی نہیں ہوگی درخت نہیں اگیں گے تو آکسیجن پیدا نہیں ہوگی اور جب آکسیجن پیدا نہیں ہوگی تو بادل نہیں جمیں گے اور اگر بادل نہیں جمیں گے تو بارشیں نہیں ہوں گی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم اگر قدرت سے لڑنا چھوڑ دیں تو ماحولیاتی تبدیلی خود بخود بہتر ہو جائے گی۔

عمران نقوی (ٹیچرز ریسورس سینٹر): ہم ڈاکٹر امبرینہ سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ آج

یہاں عارف صاحب بھی موجود ہیں۔جس کا میں فائدہ اٹھاتے ہوئے سر عارف حسن سے کچھ سوالات کرنا چاہوں گا۔جب ہم موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے مختلف جگہوں پر جا کر تربیت فراہم کرتے ہیں تو وہاں ہم سے بھی سوال کیے جاتے ہیں جن کے جواب ہمیں معلوم نہیں ہوتے۔مثال کے طور پر ماہ اگست میں ہم مختلف اسکولوں میں گئے جہاں ہم نے ماحولیاتی تبدیلی سے متعلق بات کی اور ہم نے ان چیزوں پر بات کی کہ وہ کون سی ایسی چیزیں ہیں جو ماحولیاتی تبدیلی میں بہتری لا سکتی ہیں مثال کے طور پر پہلے کپڑے کے تھیلوں میں لوگ چیزیں خریدنے جایا کرتے تھے پھر شاپر کا زمانہ آگیا لیکن ہم اب دوبارہ اس چیز کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔پہلے ہمیں کولڈ ڈرنکس اور مشروبات کانچ کی بوتلوں میں ملتے تھے لیکن اب پلاسٹک کی بوتلوں میں ملتے ہیں۔اگر ہم کراچی کی بات کریں تو میں بچپن سے سنتا آرہا ہوں کہ شاپرز بند ہو گئے ہیں لیکن وہ کبھی بند نہیں ہوتے۔ تھوڑے عرصے کے لیے ان پر پابندی عائد ہو جاتی ہے لیکن تھوڑے عرصے بعد ہی یہ شاپر دوبارہ مارکیٹوں میں نظر آنے لگتے ہیں۔اسی طرح اگر ہم درختوں کے حوالے سے بات کریں تو چھوٹے بچوں کو بھی معلوم ہے کہ درخت نہیں کاٹنا چاہیے لیکن جب ہم شہر کے اندر دیکھتے ہیں تو بہت تیزی سے درخت کاٹے جا رہے ہیں۔اگر میں شارع فیصل کی ہی مثال لوں تو ہمیں یاد ہوگا کہ پُل، انڈر پاس بننے سے پہلے یہ سڑک درختوں سے بھری پڑی تھی دوپہر کے وقت بھی یہاں دھوپ نہیں پڑتی تھی۔اسی طرح جب ہم جناح ایونیو کی بات کریں وہاں بھی کچھ عرصے پہلے تک درخت لگے ہوئے تھے لیکن اب درختوں کو کاٹ کر وہاں تیزی سے ترقیاتی منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔بات یہ ہے کہ ایک طرف

تو ہم بہت کوشش کرتے ہیں کہ ماحولیاتی تبدیلیاں نہ آئیں اور ہم اس کے لیے کام کریں لیکن جب ہم بڑے پیمانے پر چیزوں کو دیکھتے ہیں تو جن لوگوں کو اس حوالے سے سب سے زیادہ کام کرنا چاہیے وہ اسی کے مخالف کام کرتے نظر آتے ہیں۔ نچلی سطح پر تو ہم بہت سے کام کر سکتے ہیں اور کر لیتے ہیں لیکن بڑے پیمانے پر چیزیں بہت خراب ہیں۔ جب ہم تربیت دینے جاتے ہیں تو لوگ ہم سے اسی طرح کے سوال کرتے ہیں۔ جس پر ہمیں جوابات سمجھ نہیں آتے، ہمارے پاس کوئی معقول جواب ہی نہیں ہوتا۔ اس حوالے سے میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔

مہمان: میں ان کی بات سے اتفاق کرتی ہوں۔ میں نے 70 کے قریب ڈی ایچ اے میں درخت لگائے تھے۔ ڈی ایچ اے میں پانی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن اس کے باوجود میں نے اپنے پیسوں سے پانی خرید کر ان درختوں کو سینچا اور انہیں بڑا کیا۔ لیکن سرکار کے بڈنگ کنٹرول والوں نے آ کر وہ تمام درخت ایک ہی دن میں کاٹ دیے۔ خصوصی طور پر وہ درخت کاٹے گئے جو لوگوں کو سایہ فراہم کرتے تھے۔ اس حوالے سے میں نے فیس بک پر ایک پوسٹ بھی شیئر کی تھی۔ کیونکہ میری دسترس میں یہی احتجاج تھا۔

آرکیٹیکٹ رابعہ صدیقی (یو آر سی): میرا تعلق بھی تدریسی شعبے سے ہے۔ آج کل میں یو آر سی کے ساتھ کام کر رہی ہوں۔ آپ تمام لوگوں کو معلوم ہوگا کہ یو آر سی بھی موسمیاتی تبدیلی کے حوالے سے کام کر رہا ہے۔ میں بھی اس ٹیم کا حصہ ہوں۔ اس کے لیے ہم کچی آبادیوں کے دورے کرتے ہیں۔ وہاں پر موجود اسکولوں کو جب ہم دیکھتے

ہیں تو وہاں موجود اساتذہ سے بھی ہماری گفتگو ہوتی ہے۔اس لیے میں آپ سے ٹیچرز ٹریننگ پروگرام کے دورانیے کے حوالے سے معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ کتنا طویل ہے اور اگر کوئی ٹیچر تربیت حاصل کرنا چاہتی ہے تو آپ سے کس طرح رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

امبرینہ احمد: ہم آپ کے سامنے ہی موجود ہیں۔آپ بالکل ہم سے رابطہ کرسکتی ہیں۔اس کے علاوہ ہم آپ کو اپنے رابطہ نمبر بھی دے دیں گے۔ساتھ ہی میں دعوت دینا چاہتی ہوں کہ جو لوگ اس حوالے سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ ضرور ہمارے ساتھ آکر شامل ہوں۔ہمارا دفتر ڈی ایچ اے فیز ون کورنگی روڈ پر واقع ہے۔ہم وہاں لوگوں کو تربیت فراہم کرتے ہیں۔گرمیوں کی تعطیلات میں بھی مختلف پروگرامز کا انعقاد کرتے ہیں۔اس کے علاوہ روزانہ کی بنیاد پر بھی مختلف طرح کے پروگرامز میں ہم ٹیچرز کو تربیت فراہم کرتے ہیں۔ہم TRC میں دو گھنٹے کی ورکشاپ سے لے کر ایک سال تک کے ڈپلومہ کرواتے ہیں لیکن ہم ڈگری فراہم نہیں کرتے۔TRC سندھ حکومت سے وابستہ اور مستند ادارہ ہے۔اس کے علاوہ ٹریننگ کوالیفیکیشن یو کے ایک برطانوی ادارہ ہے پاکستان سے ٹی آر سی واحد ادارہ ہے جو ٹی کیو یو کے کے ساتھ بھی منسلک ہے۔ہم جو سند فراہم کرتے ہیں وہ UK سے آتی ہے جس کی وجہ سے اس سند کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ ہماری تمام تر توجہ بچوں کی ابتدائی تعلیم پر ہوتی ہے۔اس کے علاوہ ہم بارہویں گریڈ تک کی کلاس روم مینجمنٹ، اسکول لیڈرشپ، مڈل سے سیکنڈری ٹرانزیشن جیسے کورسز اور ورکشاپس پر کام کرتے ہیں۔اگر آپ ہمارے فیس بک پیج اور سوشل میڈیا ہینڈلز لائک کریں تو آپ کو وہاں سے روزانہ کی بنیاد پر معلومات ملتی رہیں گی۔ہم ہر ماہ چار سے

پانچ ورک شاپس منعقد کرواتے ہیں۔

مہمان: میں آپ تمام لوگوں کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں جو اس کام کے لیے آگے آئے ہیں۔ماحولیاتی تبدیلی ایک عالمی مسئلہ ہے۔جس کے لیے ہم سب کو کام کرنا چاہیے۔

شاہدہ: ماحولیاتی تبدیلی ایک بہت حساس موضوع ہے۔اگر ہم صوبہ سندھ کی بات کریں خاص طور پر دریاؤں میں پانی چھوڑنے کے عمل سے سندھ کی دریائی پٹی پر واقع زمین اور وہاں کی معیشت اسی پانی پر انحصار کرتی ہے۔جب دریا کا پانی سمندر میں چھوڑ دیا جاتا ہے اس سے سندھ کے حیاتیاتی تنوع (BIODIVERSITY) پر اثر پڑتا ہے۔ہر کوئی اس بات پر زور دے رہا ہے کہ درخت لگائے جائیں لیکن ان علاقوں میں پانی نہ چھوڑنے کی وجہ سے سندھ کا برا حال ہے۔آپ میں سے بہت سے لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ دریائی پٹی جس میں بدین، ٹھٹھہ اور کراچی کے بہت سے علاقے شامل ہیں جب ہم اس حوالے سے بات کرتے ہیں تو ہم کراچی کو ایک موسمیاتی تبدیلی اور عالمی سطح پر حساس زمینی معاملے کے طور پر نہیں دیکھتے بلکہ اس کو سیاست کا رنگ پہنا کر سیاست کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔میں عارف صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ بتائیں کہ اس مسئلے کو سیاسی تناظر میں کراچی کی بہتری کے حوالے سے کس طرح دیکھتے ہیں۔

زاہد فاروق: گزشتہ دنوں میں ماحولیات کے حوالے سے ایک اعلیٰ سطح اجلاس میں موجود تھا۔وہاں وفاقی حکومت کے ذمہ داران بھی موجود تھے۔انہوں نے یہ کہا کہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد ڈیم بنانا صوبے کی ذمہ داری ہے۔جب بارش ہوتی ہے سیلاب آتا ہے تو جتنا پانی منگلا اور تربیلا ڈیم میں جمع ہوتا ہے اس سے تین گنا زیادہ پانی

سمندر میں چلا جاتا ہے اور پانی ضائع ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے منتخب اراکین کو ضرور کہیں کہ اپنے علاقوں میں چھوٹے ڈیم بنانے کی طرف توجہ دیں تا کہ اس پانی کو کاشتکاری کے لیے استعمال کیا جاسکے۔ آخر میں محترم جناب عارف حسن صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ آج کے موضوع اور لوگوں کی گفتگو کو سامنے رکھتے ہوئے بات کریں۔

عارف حسن: سب سے پہلے میں آپ تمام خواتین وحضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا۔ جو آج یہاں تشریف لائے۔ خصوصی طور پر ان کا شکریہ ادا کروں گا جنہوں نے کمنٹس دیے اور سوالات اٹھائے۔ ان سوالات اور گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ موضوع کتنا اہم ہے اور یہ بات بھی سامنے آئی کہ آپ کے ادارے کا کام کتنا اہم ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے کام میں کتنی زیادہ رکاوٹیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں امید ہے کہ آپ اپنے کام کو اسی طرح سے پھیلاتے رہیں گے اور ہم سب کا بھی فرض بنتا ہے کہ اس کام کو پھیلانے میں ہم سے جو بھی ممکن ہو مدد فراہم کریں کیونکہ یہ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ ابھی سیاست کے حوالے سے گفتگو ہوئی اور کہا گیا کہ ماحولیاتی تبدیلی میں ایک مسئلہ سمندر اور اس میں میٹھے پانی کے جانے کا ہے تو میں آپ کو بتادوں کہ اگر سمندر میں میٹھا پانی نہ جائے تو وہ مرجائے گا اور اس پانی کی نمکیات آس پاس کے اضلاع پر چھا جائے گی۔ جس سے کاشتکاری کرنا ناممکن ہو جائے گا اور بدقسمتی سے ایسا ہو بھی رہا ہے۔ اس کی وجہ سے واٹر پالیسی کی انتہائی سخت ضرورت ہے جو سمندر کے قریب آبادیوں کو زندہ رکھنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر پیار، محبت اور ہم آہنگی سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بہت بڑے مسائل ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور مسئلہ جو سامنے آتا ہے وہ کارنو کارپس درخت کی کاشت کا ہے۔ ہر بار یہی کہا جاتا ہے کہ کارنو کارپس ایک بہت ہی سخت جان درخت ہے مگر یہ درخت بہت سے مسائل کو بھی جنم دیتا ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اس کے پولن POLIN سے لوگ بیمار ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگوں کا ماننا یہ ہے کہ کراچی کی آلودگی میں ویسے بھی لوگ بیمار ہو ہی جاتے ہیں تو کارنو کارپس سے کتنا فرق پڑ جائے گا۔ کارنو کارپس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ نہیں کہ اس پر تتلیاں نہیں بیٹھتیں بلکہ اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا انفراسٹرکچر اور کارنو کارپس آپس میں میل نہیں کھاتے اور یہ ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتے۔ جہاں بھی کارنو کا پس لگائے گئے جب ہم نے تحقیق کی تو ہمیں معلوم ہوا کہ تقریباً سات سے آٹھ سال بعد اس درخت کی جڑیں زمین اور زیر زمین موجود لائنوں کو توڑ دیتی ہیں یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تحقیق کر کے نکاسی آب کا ایسا نظام متعارف کرایا جائے جسے کارنو کارپس برباد نہ کر سکے لیکن اس حوالے سے کبھی کوئی کام ہی نہیں کیا گیا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے انجینیرز اور آرکیٹیکٹس ان موضوعات پر غور ہی نہیں کرتے۔

اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ TRC جو کام کر رہا ہے اس کو کس طرح سے پھیلایا جائے اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ کام عوامی سطح پر ہر اسکول میں پہنچ سکے جو کہ آسان نہیں ہے لیکن اگر اس کام کو صحیح معنوں میں فائدہ مند بنانا ہے تو اس پروگرام کو عوامی اسکولوں تک پہنچانا ہوگا۔ ہمیں اس پروگرام میں ان لوگوں کو بھی شامل کرنا ہوگا جو موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے بے گھر ہو جاتے ہیں ان کے اسکول اور روزگار

تباہ ہو جاتے ہیں گو کہ یہ کام بہت مشکل ہے مگر مجھے یقین ہے کہ حقیقت پسندی کے ذریعے ہم اس مسئلے کو حل کر سکتے ہیں۔اس کے علاوہ امبرینہ اور یہاں موجود لوگوں نے جو باتیں کی وہ بہت اہم ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں ان کا جواب نہیں دے سکتا کیونکہ وہ مجھے خود معلوم نہیں ہیں لیکن یہ چیزیں شہر کے حالات، آبادی میں اضافے، دیہاتوں کی صورتحال اور خصوصی طور پر دیہاتوں کے اندر پانی کی فراہمی اور کاشتکاری کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہیں۔جہاں تک پانی جمع کرنے کی بات ہے تو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر پینے کے پانی کو صاف کر لیا جائے تو پانی جمع کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔بہرحال وہ ایک لمبا عمل ہے۔میں آپ تمام لوگوں کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں ساتھ ہی زاہد صاحب اور ٹیچرز ریسورس سینٹر کا بھی بہت شکریہ کہ انہوں نے ہمیں بہتر مستقبل کے حوالے سے امید دلوائی ہے۔

زاہد فاروق: میں محترمہ امبرینہ صاحبہ اور ان کی تمام ٹیم کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اتنے اہم موضوع کے حوالے سے کام کا آغاز کیا اور ہمیں بھی معلومات فراہم کی۔اس کے ساتھ ساتھ میں آپ تمام خواتین وحضرات کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جو خصوصی طور پر آج یہاں تشریف لائے اور اس فورم کا حصہ بنے۔ہمارے ساتھ کراچی یونیورسٹی کے سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے کچھ طالب علم بھی یہاں موجود ہیں میں ان کی آمد کا بھی شکر گزار ہوں۔

☆----------☆----------☆

Cultivating Environmental Stewardship

ماحولیاتی تحفظ کے شعور کو فروغ دینا

A TALK SESSION BY:
AMBREENA AHMED,
DIRECTOR, TEACHERS' RESOURCE CENTRE & CURATOR OF PAKISTAN'S FIRST CURRICULUM ON CLIMATE CHANGE EDUCATION

DATE: August 05, 2026
VENUE: Urban Resource Center

Climate Change in Pakistan - Overview

Climate Crisis: Pakistan's urgent battle for resilience



Global Climate Risk Index: Pakistan remains consistently ranked among the **top 10** most vulnerable countries in the world over the long-term (20-year index).

Reference: Germanwatch Global Climate Risk Index (Long-term Index 2000–2019/latest available long-term data).

World Risk Index 2024: Pakistan is now ranked **15th** among the countries with the highest disaster risk globally (previously ranked 18th).

Reference:WorldRiskReport 2024 (Ruhr University Bochum).

INFORM Risk Index: Pakistan has a risk score of **6.4 (High)**, placing it among the most at-risk nations for humanitarian crises and disasters.

Reference: INFORM Risk Index 2024/2025.

ND-GAIN Index: Pakistan is ranked **151st** out of 185 countries, indicating high vulnerability and low readiness to adapt to climate change.

Reference: Notre Dame Global Adaptation Initiative (ND-GAIN) 2023–2024 Update.

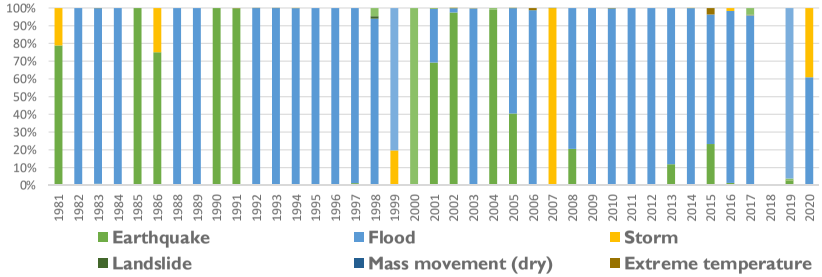
Climate Change in Pakistan - Overview

Climate Crisis: Pakistan's urgent battle for resilience



Summary of Natural Hazards in Pakistan from 1980 onwards

The charts provide overview of the most frequent natural disaster in Pakistan and its impacts on human populations.





Disaster Risk Ranking
Ranked 18 out of 191 countries



Global Climate Risk Index
5th most climate-vulnerable nation



Social Vulnerability
Ranked 37th out of 191

Source: Natural Hazard Statistics

Risk Profile of Pakistan

The climate risks Pakistan has to grapple with are multifold





Heat Waves:

- Pakistan experiences high maximum temperatures, with an average June maximum of **36°C**, posing a heat wave risk affecting a significant portion of the population.
- In 2015, over **65,000** people were hospitalized due to heat stroke during a severe heatwave, highlighting the health risks associated with extreme heat.
- Climate change will influence food production via direct and indirect effects on crop growth processes.
- Direct effects include precipitation and temperatures. Indirect effects include impacts on water resource availability and seasonality, soil organic matter transformation, soil erosion, changes in pest and disease profiles and decline in arable areas.



Drought:

- Pakistan experiences two primary drought types: meteorological, linked to precipitation deficits, and hydrological, related to water flow deficits.
- Meteorological drought probability is projected to significantly increase under all emissions scenarios, resulting in more frequent droughts in already arid regions.
- Consecutive droughts in 1999 and 2000 caused crop failures and mass famine,
- Land degradation, desertification, and dryland expansion are major concerns in Pakistan, with approximately **80%** of the country's area classified as arid or semi-arid.



Flood:

- Uncertainty surrounds flood risks in Pakistan due to factors like glacial melt, precipitation variations, and changing weather.
- It is estimated that by 2035-2044, an additional five million people will be affected by extreme river flooding annually.
- Glacial lake outburst floods pose a specific threat to Pakistan's mountain regions, requiring further research and disaster risk reduction measures.
- Sea-level rise threatens significant physical changes to coastal zones around the world.

Macro Economic Impact (The Billions Lost)

Pakistan contributes less than 1% of global greenhouse gas emissions but remains one of the most climate-vulnerable nations globally.

- The $59 Billion Decadal Hit: A landmark report by the State Bank of Pakistan (SBP) revealed that climate disasters cost Pakistan $59 billion over the last three decades—with over half of that damage occurring in just the last few years.

- The 2022 Flood Devastation: According to the official Post-Disaster Needs Assessment (PDNA), the 2022 monsoons inflicted $14.9 billion in direct damages and $15.2 billion in economic losses ($30+ billion total).

- The 2025 Sequel: The Government of Pakistan declared a climate emergency after another round of massive monsoon flooding in 2025, which caused an additional $1.5 billion in damages to the agriculture sector alone.

- GDP & Poverty Traps: The 2022 shocks alone shaved off 2.2% of Pakistan's GDP and pushed an additional 9 million people below the poverty line (World Bank Group). Future Projections: The World Bank projects that severe climate events, air pollution, and environmental degradation will reduce Pakistan's annual GDP by 18% to 20% by 2050.

Education Sector Crisis (The Invisible Learning Loss)

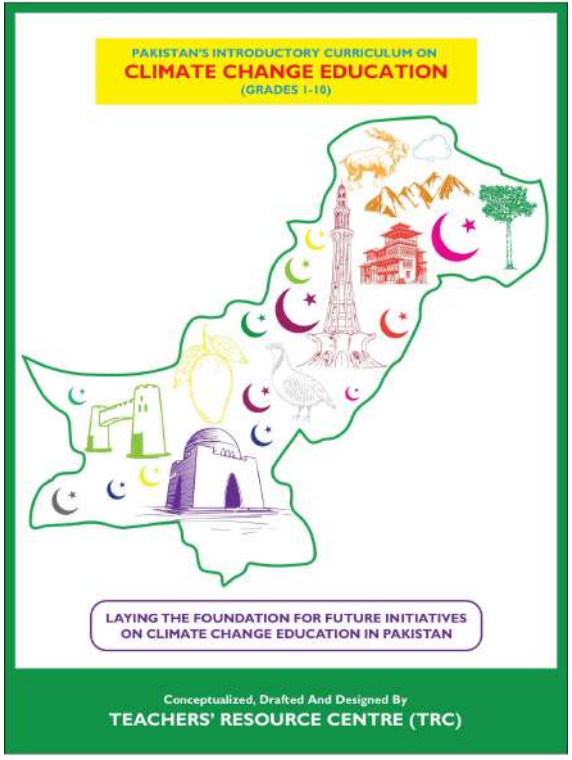
Climate change has triggered an acute education emergency, compounding Pakistan's existing crisis of 26 million out-of-school children.

- **School Infrastructure Destruction**:The 2022 floods completely disrupted or destroyed nearly 27,000 government schools nationwide, according to ReliefWeb / Sector Working Groups. Subsequent extreme weather in 2024 washed away dozens more.97 Days of Missed Schooling: Between January 2022 and June 2024, children in Pakistan missed an average of 97 days of school directly due to climate events (floods and extreme heatwaves)—equivalent to half an academic year lost.

- **Extreme Heat Off-Days**: In May 2024, an intense heatwave forced the closure of schools across Punjab, locking 26 million students out of classrooms for a single week.

- **The Economic Child Labor Loop:** Following the loss of livelihoods in agricultural areas, one-third of parents in heavily impacted districts reported that their children had to pull out of school and enter the workforce to help the family survive financially.

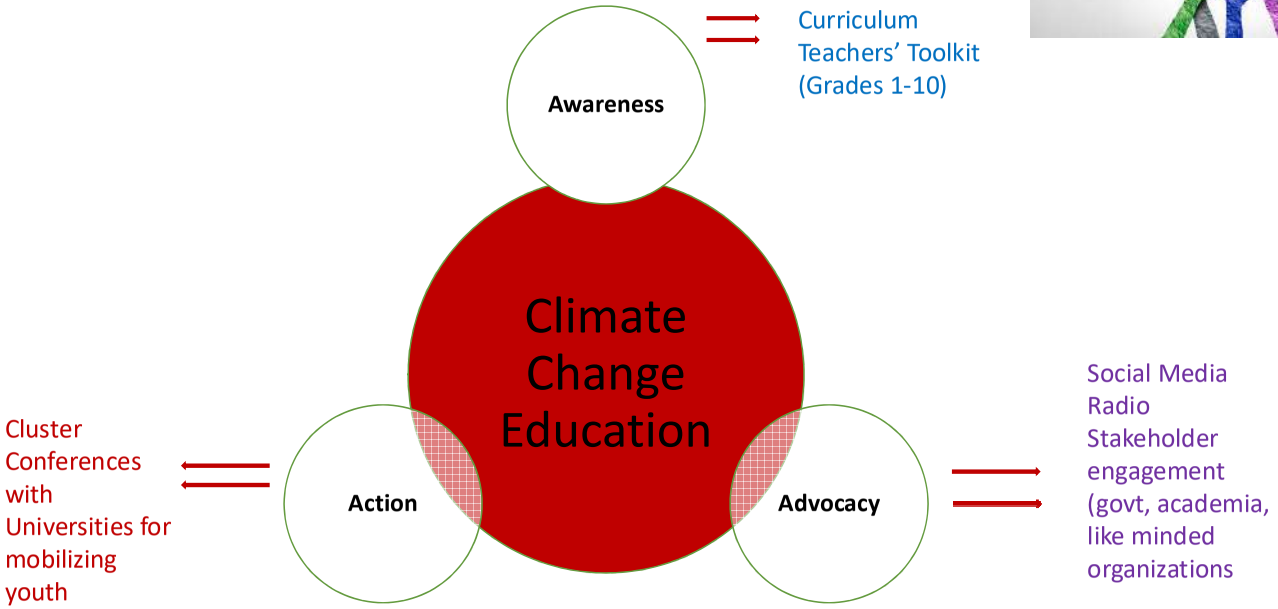
- **Student Perspectives**:A UNICEF Knowledge youth survey revealed that 78% of Pakistani students state their studies or ability to afford schooling have been directly compromised by climate shocks.


PAKISTAN'S INTRODUCTORY CURRICULUM ON
CLIMATE CHANGE EDUCATION
(GRADES 1-10)
LAYING THE FOUNDATION FOR FUTURE INITIATIVES
ON CLIMATE CHANGE EDUCATION IN PAKISTAN
Conceptualized, Drafted And Designed By
TEACHERS' RESOURCE CENTRE (TRC)


TEACHERS' RESOURCE CENTRE
TEACHERS' TOOLKIT ON
CLIMATE CHANGE EDUCATION

PROJECT FRAMEWORK





PAKISTAN'S INTRODUCTORY CURRICULUM ON CLIMATE CHANGE EDUCATION (GRADES 1-10)



- Aligned to The National Curriculum
- 5 Core Themes
  - **Environment and climate change awareness**
  - **Ecosystems and biodiversity**
  - **Natural disasters and climate change**
  - **Sustainable living**
  - **Environmental justice and equity**
- Age appropriate content that supports cognitive development, learning progression and cultivates environmental and sustainability consciousness

PAKISTAN'S INTRODUCTORY CURRICULUM ON CLIMATE CHANGE EDUCATION (GRADES 1-10)



- The primary objectives are to enhance students' environmental literacy, foster critical thinking, and promote active engagement in climate action. By integrating cross-cutting themes such as sustainability, equity, and global citizenship, the CCC aims to create a multidimensional learning experience that connects climate change to broader social, economic, and environmental contexts.

- The curriculum is designed to be relevant to students' lives and communities, making connections between local environmental issues and global climate challenges. It is inclusive, ensuring that diverse perspectives and experiences are represented, particularly those of vulnerable and marginalized communities affected by climate change.

- The CCC encourages students to see the impact of their actions on the planet steering them towards a proactive mindset towards climate change through values of sustainability, cooperation, empathy, compassion and innovation, motivating them to contribute positively to their communities and the environment.

COUNTRY WIDE CONSULTATIONS WITH GOVERNMENT FOR CURRICULUM DEVELOPMENT



AJ&K, Muzaffarabad

Curriculum Consultative Session: Directorate of Curriculum Research and Development, Muzaffarabad, Government of AJ&K

Gilgit Baltistan, Gilgit

Curriculum Consultative Session: Teacher and Staff Development Centre, Gilgit, Directorate of Education Planning, Government of Gilgit Baltistan

Balochistan, Quetta

Curriculum Consultative Session: Bureau of Curriculum and Extension Centre, Quetta, Balochistan

COUNTRY WIDE CONSULTATIONS WITH GOVERNMENT FOR CURRICULUM DEVELOPMENT



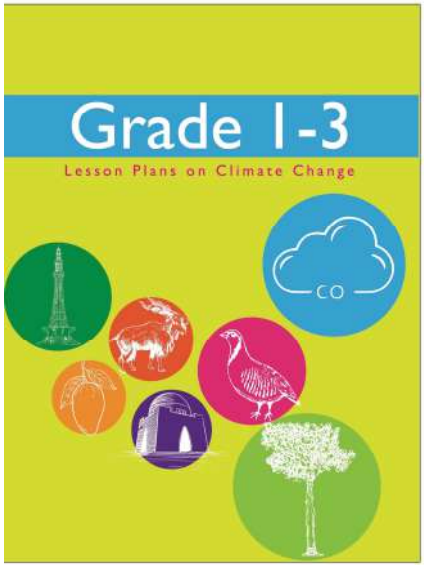
Khyber Pakhtunkhwa
Curriculum Consultative Session: Directorate of Curriculum and Teacher Education, Abbottabad, Government of KP

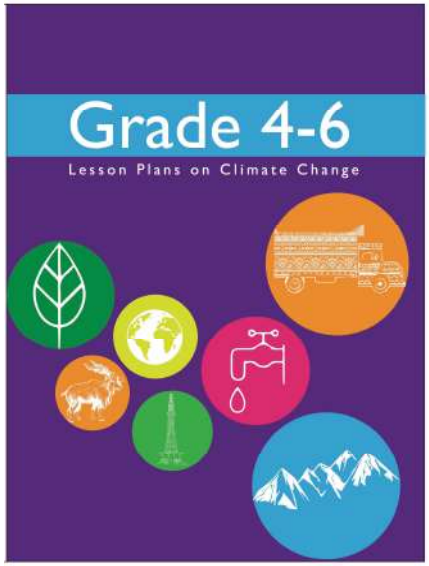
Punjab
Curriculum Consultative Session: Punjab Curriculum and Textbook Board, Lahore

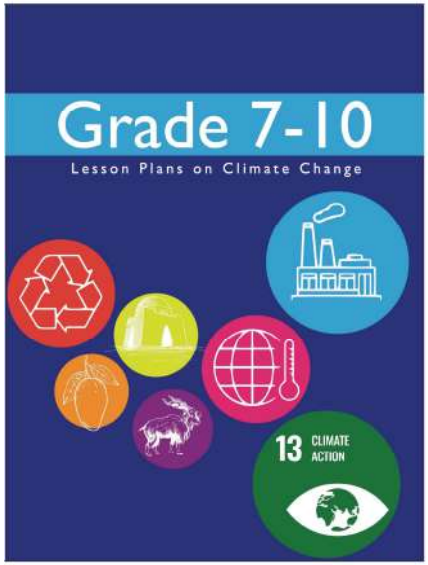
Sindh
Curriculum Consultative Session: Directorate of Curriculum, Research and Assessment, Jamshoro, Sindh

ICT
Curriculum Consultative Session: National Curriculum Council, Islamabad

TEACHERS' TOOLKIT (GRADES 1-10)







THE URGENCY FOR CLIMATE CHANGE EDUCATION: ENGAGING YOUTH LEADERS FOR INDIGENOUS AND SUSTAINABLE CLIMATE ACTION

- 7 Cluster Conferences & Social Action Workshops with Youth across Leading Public Sector Universities

1. University of AJ&K, Muzaffarabad Campus, Azad Jammu & Kashmir
2. Karakorum International University, Gilgit, Gilgit-Baltistan
3. Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta, Balochistan
4. Hazara University, Mansehra, Khyber Pakhtunkhwa
5. University of Education, Lahore, Punjab
6. NED University, Karachi, Sindh
7. Quaid-e-Azam University, Islamabad

ROLE OF PAKISTANI YOUTH IN ADDRESSING PAKISTAN'S CLIMATE CRISIS

- **Learn deeply** – Complete environmental courses, attend workshops, and stay updated on climate science, policy, and local challenges (water scarcity, heatwaves, floods).
- **Lead campus action** – Start sustainability clubs, organize tree-planting drives, litter-busters, and clean-energy campaigns; reduce waste, energy, and water use on campus.
- **Advocate for change** – Use social media, petitions, and university forums to demand climate-friendly policies from local governments and institutions; engage with policymakers.
- **Volunteer in communities** – Join NGO-led climate projects (flood relief, drought mitigation, mangrove restoration); support rural communities with water conservation and agroforestry.
- **Innovate solutions** – Develop low-cost tech (solar dryers, rainwater harvesting, waste-to-energy), participate in hackathons, and collaborate with startups on climate tech.

ROLE OF PAKISTANI YOUTH IN ADDRESSING PAKISTAN'S CLIMATE CRISIS

- **Practice sustainable living** – Adopt low-carbon habits: use public transport, reduce meat consumption, recycle, save energy, and choose eco-friendly products.
- **Build partnerships** – Connect with student groups, NGOs, government agencies, and international networks (e.g., UN Youth Climate Summit) for joint action and funding.
- **Educate peers and families** – Conduct awareness campaigns, host webinars, share climate facts on social media, and teach climate literacy in schools and communities.
- **Participate in research** – Conduct field studies on local climate impacts, publish papers, and present at conferences to inform policy and practice.
- **Demand accountability** – Monitor government and corporate climate commitments, track progress, and call out inaction through public campaigns and media.

مئی 2026

شہری منصوبہ بندی اور حفاظتی اقدامات
ایک جائزہ

مقررین: نعیم احمد صادقی، عارف حسن

ارتھ ریسورس سینٹر

F-144-66

اگست 2026

شہر میں پبلک ٹرانسپورٹ کی کمی
عوام کی مشکلات

مقررین: عمران زیدی۔ سید عدنان شاہ۔ عارف حسن

ارتھ ریسورس سینٹر

F-144-69

نومبر 2026

حالیہ بجٹ: عوام دوست یا معاشی بوجھ
ایک فکری جائزہ

مقررین: ناظم سعید۔ عارف حسن

ارتھ ریسورس سینٹر

F-144-70

یو آر سی فورم سیریز



یو آر سی ملکی اور بین الاقوامی ترقیاتی منصوبوں کے مسائل پر کام کرنے والے ممتاز ماہرین کے لیکچرز کا اہتمام کرتا ہے جن کے بنیادی سطح پر مسائل کے حل پر کام کرنے والے کارکنان، این جی اوز کے نمائندے سرکاری اداروں سے وابستہ اہلکار میڈیا یا تعلیمی اداروں سے وابستہ افراد اور متعلقہ لوگ شرکت کرتے ہیں۔ یہ فورم تنظیمی اور انفرادی سطح پر کام کرنے والوں کو موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنے کام کا وسیع قومی اور بین الاقوامی معاملات سے موازنہ کر سکتے ہیں۔ یہ لیکچر ان تحریکوں کے لئے کام کرنے والوں کو معلومات فراہم کرتے ہیں جو پاکستان اور خصوصی طور پر کراچی میں منصفانہ اور ایسی حکمت عملیوں کے وضع کرنے کے لئے چلائی جا رہی ہیں جن کا مقصد صرف عوامی ترقی ہو۔

"ماحولیاتی تحفظ کے شعور کو فروغ دینا"

کے عنوان سے یہ فورم 15 اگست 2026ء کو یو آر سی میں منعقد ہوا۔